حضرت مولانا عبدالکریم دیروی حیات وخدمات: ایک تحقیقی جائزہ

Hazrat Maulana Abdul Kareem Deravi's Biography and Services: Research Review

1- Dr. Fayyaz Ahmad Channa	2- Ferkhanda Yasmeen sahar
Lecturer Department of Islamic Studies University Jamshoro Hyderabad	Ph.D. Scholar Department of Islamic Studies University of sindh Jamshoro Hyderabad Head Mistress G.G.Lower Secondary School Pattar .Tando Muhammad Khan
Email: : fayyaz.channa@usindh.edu.pk	Email: sunrise3820@usindh.edu.pk

To cite this article:

Dr.Fayyaz Ahmed Channa Ferkhanda Yasmeen sahar, Jan - June (2021). urdu
ISSN No : 2790-0460

حضرت مولانا عبدالکریم دیروی حیات وخدمات: ایک تحقیقی جائزہ

Hazrat Maulana Abdul Kareem Deravi's Biography and Services: Research Review *Albahis: Journal of Islamic Sciences Research*, *1*(2), 1–13. Retrieved from https://brjisr.com/index.php/brjisr/article/view/14

Attribution-NonCommercial-ShareAlike 4.0 International (CC BY-NC-SA 4.0)

OPEN ACCESS

حضرت مولانا عبدالکریم دیروی حیات وخدمات: ایک تحقیقی جائزہ

Hazrat Maulana Abdul Kareem Deravi's Biography and Services: Research Review

Abstract

Allah Almighty created human beings for His worship. Every human being has been given some good qualities. Humans need knowledge to carry out this worship order. This knowledge has to be learned by some teachers. This is the knowledge of Shariah or Islamic teachings. Through which man recognizes his Creator and Master and worships Him, Executes His orders. It is the duty of every Muslim man and woman to get this basic education of Shariah. These educators are the scholars of this Ummah. Scholars are the heirs of the Prophets. One of the prominent names in the list of such scholars is Maulana Abdul Kareem Deravi, a prominent elder of district Dadu taluka Mehar. This article describes the biography and services of this elder.

Key words: Teacher, Prominent, Scholar, Worship, Shariah

کلیدی الفاظ: استاد، ممتاز، عالم، عبادت گزار، شرعی

تعارف

مولانا دیروی طبیعت کے بہت سادہ مزاج اور نہایت شفیق اور نرم دل کے تھے اس لئے لوگوں کی خدمت آپ کا شیوا بن چکا تھا۔ بڑائی اور تکبر سے کوسوں دور تھے۔ آپ کی شخصیت میں تواضع، انکساری اور عاجزی جیسے کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ ہر آنے والے کی مہمان نوازی میں بھی نمایاں رہے اور ان کی خدمت کو اپنے دل سے بجالاتے تھے۔ طلباء کی بھی خدمت کرتے تھے۔ فرمایا کرتے تھے کہ میں پڑھائی کے وقت استاد ہوتا ہوں، باقی وقتوں میں ایک خادم رہنا پسند کرتا ہوں۔ اپنی پوری زندگی دینی تعلیم کے لیے وقف کر چکے تھے۔ ہر کام میں اللہ رب العزت کی رضا کو ملحوظ رکھتے تھے۔ ہر نیک کام میں پہل کرنے کی کوشش کرتے تھے۔ مولانا دیروی صاحب اس وقت کے مروجہ درس نظامی کی درسی کتب کو تبدیل کر کے ایک نیا نصاب مرتب کرنا چاہتے تھے۔ اس سے ان کا مقصد یہ تھا کہ کوئی ایسا نصاب ترتیب دیا جائے جس کی وجہ سے طلباء کو زیادہ علم حاصل

ہو سکے۔اس میں تصوف اور اخلاقیات کی کچھ کتابیں بھی شامل کیں۔اس وقت کے نصاب کو ناکافی سمجھتے تھے۔اس بات کے پیش نظر اپنی زندگی کے آخری ایام میں ایک نصاب ترتیب دیا،اس کے علماء کرام اور مدارس میں رائج کرنے کے سلسلے میں بھیجنے کاارادہ بھی رکھتے تھے، مگر آپ کی زندگی نے وفانہ کی، جس وجہ سے یہ کام بھی رہ گیا۔[1]

ولادت

سندھ کے ضلع دادو کے پسماندہ علاقے میہڑ اور خیر پور ناتھن شاہ کے درمیان ایک چھوٹا سا گاؤں ''رضا محمد ڈیرو'' کے نام سے واقع ہے۔اس گاؤں کے رہائشی افراد شروع سے ہی کھیتی باڑی کا کام کیا کرتے تھے اور غریب کسان اپنی اولاد کا پیٹ بھی مشکل سے بھرتے تھے۔اس گاؤں نے اپنے علاقے میں ایک نمایاں مقام حاصل کیااور اس گاؤں کی ایک ایسی علمی شخصیت تھی جس نے استاد العلماء والصلحاء کالقب پایا ۔اس گاؤں میں ایک غریب کسان حاجی الہ ورایو ڈیرو رہتا تھاجو دینی جذبے سے سرشار، سچا مسلمان اور کھرا انسان تھا۔اس کے ہاں سن 1897ء میں ایک بچے نے جنم لیا[2]۔اس نو مولود کا نام عبدالکریم رکھا گیا۔اس معصوم بچے کی دینی ماحول میں رہتے ہوئے بڑی غربت میں پرورش کی گئی۔یہ شروع سے ہی کم گو اور سادگی پسند تھا۔

تعلیم و تربیت

عبدالکریم جب پڑھنے کی عمر کو پہنچا تو اس کو اپنے ہی گاؤں کی جامع مسجد میں مولانا محمد اسماعیل کنڈی والے کے پاس سے پڑھنے کے لئے بٹھایا گیا۔مولانا محمد اسماعیل ایک پختہ عالم اور عربی زبان کے گرامر علم صرف وعلم نحو اور ادب پر دسترس رکھنے والے اہل علم بزرگ تھے۔عبدالکریم بچپن ہی سے کافی ذہین تھے۔بہت ہی کم عرصے میں قرآن مجید ناظرہ پڑھ کر پورا کیا۔اس کے بعد اسی استاد کے پاس فارسی اور عربی کی ابتدائی کتب پڑھنی شروع کیں۔مولانا محمد اسماعیل کے پاس ابتدائی کتب مکمل کرکے اپنے استاد کے ہی مشورے سے گاؤں ''بانہولا کھیر'' تعلقہ میہڑ میں اپنے وقت کے بڑے فصیح اللسان ادیب، شاعر اور عالم بزرگ حضرت مولانا الہی بخش ایری صاحب کے پاس پڑھنے کے لیے روانہ ہوا۔

مولانا الہی بخش ایری صاحب کے پاس رہ کر اس دور کی مروجہ درس نظامی کی ساری کتب پڑھ کر فارغ التحصیل ہوا۔جیسا کہ عبدالکریم کو بچپن سے ہی سادگی پسند تھے اور طبیعت کو شہرت بالکل بھی پسند نہ تھی۔جب درس نظامی کی کتب پڑھ کر فراغت حاصل کی تو دستار بندی کا پروگرام رکھا گیا۔مولانا عبدالکریم ڈیرو دستار بندی اور اس پروگرام میں شریک ہونے سے معذرت کرنے لگے۔اپنے استاد کو عرض کیا کہ حضرت دستار بندی کی ضرورت نہیں، میں ساری زندگی طالب علم کی صورت میں ہی رہنا چاہتا ہوں۔بس میں ایک طالب علم کی حیثیت سے ہی جانا اور پہچانا جاؤں یہ میری خواہش ہے۔

[1]۔ ڈیرو حبیب اللہ، میہڑ جے دیروی (ڈیرا) خاندان جوں علمی ادبی خدمتوں، ساحل پرنٹرز اینڈ پبلشر ۲۰۱۵، حیدرآباد ص ۶۵

[2]۔ سہ ماہی '' مہران_ سوانح نمبر''، حصہ اول، ایڈیشن دوم، سندھی ادبی بورڈ ۱۹۹۰، جامشورو، ص ۱۹۰

اساتذہ

مولانا عبدالکریم دیروی سندھ کے پسماندہ دیہات کا باشندہ تھا۔ اپنے علائقے کے دو استاذہ کے پاس ہی پڑھے تھے۔ ان میں ایک مولانا محمد اسماعیل کنڈی والے جن کے پاس قرآن مجید ناظرہ اور ابتدائی عربی گرامر صرف و نحو پڑھا اور مولانا الٰہی بخش ایری صاحب جن کے پاس اس دور کا مروج درس نظامی مکمل پڑھا ہی شامل ہیں اور انہی دو بزرگوں سے اپنے مکمل تعلیم حاصل کی۔ درسی کتب پڑھنے کے دوران غیر درسی کتب کا مطالعہ بھی بڑے شوق سے کیا کرتا تھا۔ جب خود بڑی کتب میں پڑھتا تھا ان دنوں میں ہی اپنے استاد کے حکم تحت چھوٹی کتب والے طلبا کو پڑھایا بھی کرتا تھا۔ ذاتی مطالعے کے استغراق اور چھوٹی کلاس کے طلبا کو پڑھانے کی وجہ سے مولانا کی خود کی علمی استعداد میں اضافہ بھی ہوتا رہا۔

تدریسی خدمت

اپنی تکمیل تعلیم کے بعد کچھ دن اپنے استاد محترم مولانا الٰہی بخش کی خدمت میں رہ کر ان ہی کے مدرسے میں پڑھانے لگے۔ اس کے بعد اپنے استاد ہی کی مرضی کے مطابق اپنے آبائی گاؤں میں آکر مسجد میں بچوں کو قرآن مجید کی تعلیم دینا شروع کی۔ تھوڑے ہی عرصے میں مولانا عبدالکریم کے پڑھانے کے انداز اور ذہانت کا چرچا دور دور تک ہونے لگا۔ گاؤں اور علاقوں سے لوگ اپنے بچے لاتے اور مولانا صاحب کے پاس پڑھانے کے لیے حاضر ہوتے۔ مولانا نے وہاں پر قرآن مجید کی تعلیم، فارسی اور عربی گرامر کے ساتھ حدیث اور فقہ کی تعلیم بھی دینی شروع کی۔ تھوڑے سے ہی عرصے میں ان کے پاس طلباء کی ایک اچھی خاصی تعداد پڑھنے لگی۔ مولانا صاحب نے اپنے دل و جان سے اپنی عاقبت سنوارنے کے لیے طلباء پر دھیان دیا اور بڑے شوق و ذوق سے پڑھانے لگے۔ اس دوران اپنی ماں کی طرف سے بھائی عیسیٰ ڈیرو کے بیٹے محمد کو بھی گاؤں "کنڈوڈیرو" فرید آباد سے لے آئے اور اس پر خوب محنت کرنے لگے۔ اس بھتیجے کو سرکاری اسکول میں بھی پڑھنے بھیجا۔ اسکول چونکہ اسی گاؤں میں ہی موجود تھا تو محمد ڈیرو صبح قرآن مجید کا سبق لے کر اسکول پڑھنے کے لیے چلا جاتا، پھر اسکول کی چھٹی کے بعد واپس آکر مدرسے میں پڑھنے لگتا۔ مولانا عبدالکریم نے اس ہیرے جیسے بھتیجے کو تراشنا شروع کیا۔ اس بچے نے سرکاری اسکول سے چھے (6) کلاسیں پڑھ لیں اور ساتھ میں قرآن مجید، فارسی اور عربی کی ابتدائی کتب بھی اپنے چچا کے پاس پڑھ کر پوری کیں۔ مولانا عبدالکریم صاحب قوم کے ڈیرو تھے پر عربی عبارت میں ڈیرو کو دیروی لکھتے تھے۔ اس وجہ سے آپ" مولانا دیروی" کے لقب سے مشہور ہوئے۔ آپ نے اپنی تعلیم مکمل کی تھی اور 6 سال تک اپنے گاؤں میں پڑھاتے رہے۔ آپ کے علم کے چرچے اور استعدد کی باتیں دور دور تک پھیلنے لگیں۔ یہ ہی وجہ ہے کہ دور دراز سے طلبہ آپ کے پاس شمع پر پتنگوں کی طرح جمع ہونے لگے۔ طلباء کی کثرت کی وجہ سے آپ کے گاؤں کے وڈیرے اور آپ کے رشتے دار حکیم مولانا محمد علی ڈیرو صاحب بھی آپ کی معاونت کرنے لگے، وہ بھی مولانا کے دست و بازو بن کر پڑھانے اور خرچ میں معاون بن گئے۔ اسی طرح یہ مدرسہ علم کا گہوارہ

بنتا گیا۔ اسی دوران مٹی کے کچے دو تین کمرے مدرسے کے لیے بنوائے گئے تاکہ طلباء کو رہائش میں آسانی ہو۔ آپ کے طلباء عربی زبان میں مضمون نویسی اور تقریر آسانی سے کر سکتے تھے۔[3]

اپنے گاؤں سے ہجرت

میہڑ شہر کے متصل گاؤں گاہی مہیسر واقع ہے۔ وہاں پر رہائشی اکثر مہیسر قوم کے لوگ تھے۔اس قوم کے زمیندار محمد قاسم مہیسر اور محمد اسماعیل مہیسر تھے۔ یہ لوگ حضرت خواجہ محمد حسن جان سرہندی ٹنڈو سائین داد حیدرآباد کے مرید اور معتقد تھے۔ان لوگوں کو اپنے شیخ سے بے حد لگاؤ تھا۔ خواجہ محمد حسن جان صاحب گاہی مہیسر میں اکثر آتے رہتے تھے۔ان کو یہاں پر ایک اچھا سا مدرسہ بنانے کا خیال آیا۔ محمد قاسم اور محمد اسماعیل مہیسر صاحب کے تعاون سے مدرسہ شروع ہوا۔ یہاں پر اسی گاؤں کے ایک عالم مولانا عبدالوہاب گلال صاحب کو مدرس مقرر کیا گیا۔ خواجہ صاحب اس مدرسے کو کامیابی سے ہمکنار کرنا چاہتے تھے،ان کو اس مدرسے کو بڑے پیمانے پر چلانے کا خیال تھا،اس لئے ان کو ایک بحر العلوم اور پختہ عالم کی ضرورت تھی۔ علاقے کے علماء میں سے ان کی نظر انتخاب مولانا عبدالکریم دیروی صاحب پر پڑی۔ خواجہ صاحب مولانا دیروی کے پاس آئے اور ان کو گاہی مہیسر والے مدرسے میں تدریسی خدمات کے لئے فرمایا، مگر مولانا دیروی صاحب نے انکار کیا اور فرمایا کہ میں یہاں پر ٹھیک ہوں اور ان طلباء کو پڑھانا میرے لیے کافی ہے۔ یہ سن کر خواجہ صاحب نے اصرار کیا کہ آپ چلیں وہاں پر آپ کے یہ شاگرد بھی چلیں گے اور دوسرے بھی آپ سے مستفید ہوں گے۔ مولانا دیروی صاحب اپنی بات پر بضد رہے، مگر جب خواجہ صاحب نے زیادہ اصرار کیا تو مولانا دیروی صاحب کو بھی ماننا پڑا اور وہ آکر گاہی مہیسر کے مدرسہ میں اپنی تدریسی خدمات سرانجام دینے لگے۔ آپ کے ساتھ ہی آپ کے ساٹھ (60) طلباء بھی اسی مدرسے میں داخل ہوئے۔ آپ نے یہاں پر بڑی محنت اور شوق سے تدریسی خدمات سرانجام دیں۔ جب طلباء کی تعداد زیادہ ہوگئی تو اپنے بڑے شاگرد مولانا نادر محمد پنہور کو اپنی معاونت کے لیے بلا کر مدرس مقرر کروادیا۔ مدرسے نے تھوڑے سے وقت میں بڑا نام کمالیا۔ دیروی صاحب اس مدرسے میں 8 سالوں تک اپنی خدمات دیتے رہے۔ 1349ھ میں خواجہ محمد حسن جان صاحب جب مدرسے میں تشریف لائے تو ایک بڑے طالب علم نے کسی بات پر خواجہ صاحب سے تیز زبانی میں بد کلامی کی۔ یہ بات خواجہ صاحب کو بالکل پسند نہ آئی۔ بہت غصہ ہوئے،اس وجہ سے اس مدرسے کو بالکل بند کر دیا۔ مولانا دیروی صاحب وہاں سے رخصت ہو کر میہڑ کے بالکل متصل ڈیرہ گاؤں میں پڑھانے لگے۔ مولانا نادر محمد پنہور واپس اپنے گاؤں گرکن چلے گئے اور مولانا عبدالوہاب گلال صاحب اسی مسجد میں بچوں کو قرآن مجید کی تعلیم دینے لگے۔

[3]۔ ایضاً ص 190

لڑکیوں کی دینی تعلیم اور مولانا دیروی

مولانا دیروی کو لڑکیوں کی تعلیم کی فکر بھی شروع سے ہی تھی۔ آپ نے جب شادی کی تو اپنی اہلیہ محترمہ کو تعلیم کے زیور سے آراستہ کیا۔ پھر اپنے ہی گھر میں پڑوس کی بچوں کی تعلیم کا سلسلہ شروع کروایا۔ وقت کے ساتھ یہ خدمت بھی بڑھتی گئی۔ آپ کی بڑی بیٹی کو آپ نے تعلیم القرآن کے ساتھ درس نظامی کی کتب بھی پڑھائی اور اس کو عالمہ بنایا۔ آپ جب میہڑ کی جامع مسجد کے مدرسہ دارالقرآن کے مہتمم بنے تو مدرسے کے بالکل سامنے آپ کا گھر تھا۔ اس گھر میں بچیوں کو قرآن مجید کی تعلیم کے ساتھ ضروری دینی مسائل کی تعلیم کا سلسلہ بھی شروع کیا۔ اپنے گھر میں اپنی اہلیہ اور اپنی بیٹیوں اور بہوؤں کو تعلیم دینے پر مامور کیا۔ آہستہ آہستہ یہ سلسلہ بڑھتا رہا۔ آپ کا گھر بنات کا مدرسہ بن گیا۔ اس مدرسے میں قرآن مجید تجوید کے ساتھ پڑھایا جاتا تھا۔ اس کے ساتھ بنیادی دینی مسائل کی چھوٹی چھوٹی کتابیں اور مولانا اشرف علی تھانوی کی کتاب بہشتی زیور بھی پڑھایا جاتا تھا۔ یہ سلسلہ آپ کی زندگی بھر چلتا رہا۔ حضرت دیروی اور ان کی اہلیہ کی وفات کے بعد قاری محمد صاحب کی اہلیہ جو دیروی کی بڑی بیٹی تھی نے احسن طریقے سے سنبھالا۔ اس کے بعد یہ مدرسہ قاری محمد صاحب کی بہو اور اس کے ان کی بہو نے آج تک سنبھالا ہوا ہے۔ یہ مدرسہ آج بھی موجود ہے، جہاں پر بچیوں کو تعلیم دی جاتی ہے۔

تلامذہ

مولانا عبدالکریم دیروی صاحب نے اپنی زندگی تدریسی خدمت کرنے کے لئے وقف کردی تھی۔ آپ کا اکثر وقت درس و تدریس میں ہی گذرتا تھا۔ آپ سے تعلیم حاصل کرنے والے طلبا کی کثیر تعداد رہی۔ ان کے ناموں کی ایک طویل فہرست بن سکتی ہے۔ طوالت سے بچنے کے لئے یہاں پر آپ کے کچھ مشہور و معروف شاگردوں کے نام لکھتے ہیں۔

1۔ سید علی اکبر شاہ سابق ایم ایل اے، (پیر آف میہڑ)، بانی مدرسہ دارالقرآن جامع مسجد میہڑ۔

2۔ مولانا محمد یوسف بن علی نواز ڈیپر سابق پیش امام شیڈ والی جامع مسجد ریلوے کوٹڑی ضلع جامشورو۔

3۔ مولانا دین محمد ادیب فیروز شاہی، سابق مدرس دینیات نور محمد ہائی اسکول حیدرآباد سندھ۔

4۔ مولانا غلام محمد گرامی، سابق ایڈیٹر سہ ماہی مہران حیدرآباد۔

5۔ استاد القراء شیخ العرب والعجم مولانا قاری محمد ڈیرو، بانی مدرسہ عربیہ دارالقرآن والحدیث میہڑ۔

6۔ مولانا در محمد پنہور، سابق مدرس مدرسہ گرکن۔

7۔ مولانا عبدالغفور بن خدا بخش جمالی بلوچ بہاولپور نزد شہید مخدوم بلال ضلع دادو۔

8۔ مولانا محمد یوسف بن علی نواز ڈیپر، سابق پیش امام انجن شیڈ والی جامع مسجد ریلوے کوٹری ضلع جامشورو۔

9۔ مولانا قاری احمد چارن مدرسہ اسلامیہ گاؤں مولہن نزد ٹھاروشاہ ضلع نوشہروفیروز۔

10۔ مولانا عرض محمد سانگی'' ابڑو'' معلم عربی جامعہ عربیہ تلک چاڑھی حیدرآباد سندھ۔

11۔ مولانا عبدالکریم ڈکھن گاؤں لنڈ متصل مورو ضلع نوشہروفیروز۔

12۔ مولانا حکیم قطب الدین کنبھر گاؤں ملک متصل سندھی بٹڑا تعلقہ خیرپور ناتھن شاہ ضلع دادو۔

13۔ مولانا علی محمد گلال سابق معلم مدرسہ ربانیہ گاؤں ٹاٹنی نزد باڈھ ضلع لاڑکانہ۔

14۔ مولانا محمد صالح بھرگڑی گاؤں فضل محمد بھرگڑی تعلقہ میہڑ ضلع دادو۔

15۔ مولانا محمد صدیق بن محمد اسماعیل مبیسر گاؤں گاہی مبیسر نزد میہڑ ضلع دادو۔

16۔ مولانا حکیم نظام الدین ڈیرو گاؤں رضا محمد ڈیرو تعلقہ خیرپور ناتھن شاہ ضلع دادو۔

17۔ مولانا حکیم غلام حسین تنیو نصیر آباد سندھ۔ 18۔ مولانا عبدالغفار صابری مبیسر میہڑ۔

19۔ مولانا غلام حسین سومرو گاؤں رضا محمد ڈیرو تعلقہ خیرپور ناتھن شاہ۔

20۔ مولانا عبدالحی فیروز شاہی گاؤں پیروز شاہ تعلقہ میہڑ۔

21۔ مولانا غلام حیدر تھیبو گاؤں تھیبا متصل میہڑ تعلقہ میہڑ۔

ازدواجی زندگی

مولانا دیروی نے اپنے رشتہ دار حاجی آندل ڈیرو کی بیٹی حلیمہ سے شادی کی۔ مولانا دیروی نے شادی کے بعد اپنی زوجہ محترمہ کو دینی تعلیم دینے لگے۔ اس کو دینی علوم میں قابل بنانے کے بعد گھر میں اپنے پڑوس اور شہر کی لڑکیوں کی تعلیم کا ماحول بنایا۔ مولانا کا گھر بھی دینی تعلیم کا ادارہ رہا۔ مولانا صاحب کو دو بیٹے مولانا خلیفہ حکیم محمد اور مولانا قاری احمد اور دو بیٹیوں کی اولاد ہوئی۔ آپ کی ساری اولاد بھی دینی علوم سے سرشار رہی۔ انہوں نے بھی اپنی پوری زندگیاں پڑھنے اور پڑھانے میں صرف کیں۔ مولانا دیروی نے اپنے زندگی دینی تعلیم دینے اور معاشرے کے کارگر افراد تیار کرنے کے لئے وقف کردی تھی۔ اس وجہ سے آپ نے اپنی اولاد کی بھی تربیت اس طرح کی کہ انہوں نے بھی اپنے والد صاحب کی طرح اپنی زندگیوں کو دین کی خدمت کے لئے وقف کردیا تھا۔ مولانا دیروی کے بیٹے تحصیل علم کے بعد دینی علوم کی اشاعت کی خدمت میں لگ گئے۔ مولانا دیروی کے گھر کی عورتیں بھی اسی میدان میں خدمت کرنے میں پیش پیش رہیں۔ مولانا دیروی کا گھر بھی دین متین کے علوم نشر کرنے کا گہوارہ رہا۔ مولانا دیروی کی گھریلو زندگی اور باہر کی زندگی درس و تدریس ہی رہی۔ اشاعت دینی علوم کا یہ سلسلہ نسل در نسل آج بھی اسی خاندان میں جاری و ساری ہے۔

بیعت

پڑھانے کے دوران مولانا دیروی صاحب کو تصوف و سلوک سے لگاؤ ہونے لگا۔ آپ طریقت و معرفت کے فیض کو حاصل کرنے کے لیے سفر پر نکلے۔ اس سفر میں مختلف خانقاہوں اور درگاہوں پر حاضر ہوئے۔ آپ کا یہ سفر ہندوستان تک تھا۔ اسی سفر میں بڑے بڑے بزرگوں سے ملاقاتیں ہوئیں۔ ان کی زیارت کرتے کچھ وقت خدمت میں گذارتے رہے، مگر پھر بھی آپ کو قلبی تشفی حاصل نہ ہوئی۔ بالاآخر اس سفر سے واپس آتے ہوئے کوئٹہ کے قریب چشمہ کی درگاہ پر حاضر ہوئے۔ چشمہ شریف

میں اس وقت حضرت خواجہ خواجگان مرجع اہل لزمان مولانا محمد عمر جان چشموی جانشین تھے۔ان کی خدمت میں کچھ عرصہ گزارنے کے بعد دل کو تشفی حاصل ہوئی۔ شیخ صاحب سے دست بیعت ہوئے۔[4] اپنے شیخ کی صحبت میں کچھ وقت گذار کر واپس اپنے گاؤں کے مدرسے میں حاضر ہو کر تعلیم دینے لگے۔اس طرح یہ سلسلہ چلتا رہا۔ سارا سال پڑھاتے رہتے اور جب سالانہ چھٹیاں ہوتیں تو اپنے شیخ کی خدمت میں چشمہ شریف حاضر ہو جاتے[5]،ان سے سلوک کے اسباق لیتے اور ان پر پابندی سے عمل پیرا رہتے۔واپس آکر اپنے حاصل کردہ ذکر واذکار اور مراقبہ کو پابندی سے ادا کرتے رہے۔

وفات

مولانا دیروی نے اپنی ساری زندگی تعلیم و تعلم میں گذار دی۔آپ کی زندگی کا یہ سلسلا میہڑ کی جامع مسجد کے مدرسہ دارالقرآن میں پورا کیا۔آپ کی عمر جب 63 سال کو پہنچی تو آپ نے اپنے شاگرد رشید مولانا در محمد پنہور کو فرمایا " اب میری عمر حضور اکرم کی عمر مبارک کے موافق ہو گئی ہے،اگر اس وقت خاتمہ ہو جائے تو موافقت عمر کا شرف بھی نصیب ہو جائے گا"۔[6] ہوا بھی ایسے ہی اسی سال ۱۹۵۴ء میں آپ نے وفات پائی۔آپ کو میہڑ کے رجب شاہ قبرستان میں دفنایا گیا۔

تصانیف

1۔مقدمہ تفسیر القرآن۔2۔المکاتیب الجدیدہ۔3۔راحت القلوب فی لسان المحبوب۔4۔صحیفۃ الخشوع۔5۔اخلاق نامہ امام غزالی۔6۔اعتقاد نامہ امام ربانی مجدد الف ثانی۔7۔فوائد دینیہ۔8۔ہدایت نامہ امام ربانی مجدد الف ثانی۔9۔تعلیم القرآن۔10۔معلم القرائت۔11۔فضائل آل واصحاب۔12۔قصو پیر دستگیر۔13۔نصیحت نامہ پیر دستگیر۔14۔قصو امام ربانی۔15۔نصیحت نامہ امام ربانی مجدد الف ثانی۔16۔کرامات اولیاء اللہ۔17۔نصیحت نیک۔18۔نصیحت قرآن۔19۔نصیحت ذکر۔20۔ضروری مسئلا۔21۔دیباچہ فقہ حنفی۔22۔کتاب الصلوۃ سندھی۔23۔قواعد عربی۔24۔قواعد فارسی۔25۔دلائل وجوب التجوید۔26۔بدر الدجیٰ فی معجزات مصطفی۔27۔عریضہ اضعف العباد فی مسئلۃ الضاد۔28۔اعلام العباد فی مسئلۃ الضاد۔29۔ہدایۃ الایمان۔30۔سلسلہ فقہ حنفی۔ 31۔کتاب آداب حظر واباحۃ۔32۔مولودن جو کتاب۔33۔معجزن جو کتاب۔34۔ شیخ عبد القادر جیلانیؒ۔35۔نور الایمان جدید۔36۔عقائد اسلام جدید۔37۔تعلیم نماز

یہ کتب اب نادر ہوتی جارہی ہیں،کیونکہ مولانا قاری محمد صاحب خود 1967ء میں سعودی عرب ہجرت کر گئے۔ان کے بعد مولانا دیروی صاحب کی تصانیف کے چھپوانے کا وہ سلسلہ جاری نہ رہ سکا۔

[4]۔جونیجو پاویل دادو ضلعو کالھہ ج 1، ایڈیشن اول، ایسٹ لائین کمیونیکیشن ۲۰۰۸، حیدرآباد، ص ۲۶۳

[5]۔ وگھیو نیاز، اسلامی ورثو ہک ابھیاس، سندھی ادبی سنگت شاخ ۲۰۱۸، دادو، ص ۱۰۱

[6]۔سوڈھر اعجاز علی، مہان مانھو میہڑ جا شاد پبلیکیشن ۲۰۲۱، حیدرآباد ص ۹۰

اوصاف

مولانا دیروی کے سمجھانے اور اصلاح کرنے کا طریقہ بھی بالکل مختلف تھا۔ کسی بھی شخص کی اصلاح مقصود ہو تو اس شخص کا خاص طور پر نام لے کر تردید ہر گز نہ کرتے تھے، بلکہ " ہم کو یہ ایسا نہ کرنا چاہیے، بلکہ ویسے کرنا چاہیے" کا طریقہ اپناتے تھے۔ اس کے ساتھ اگر کسی باطل عقیدے یا رسم و رواج کی مخالفت میں اصلاحی بات کرنا مقصود ہوتا تو آپ علماء سلف کی کتب سے عبارتوں کو جمع کرتے، ان کو منظم کر کے ایک کتاب کی شکل دیتے، پھر اس کو چھپوا کر منظر عام پر لاتے۔ اس کو عام کرنے کی سعی کرتے۔ یہ کوشش کرتے تھے کہ اس باطل عقیدہ لوگوں کے سرپرست یا سرگنہ تک ان کی یہ بات پہنچ جائے اور وہ اس سے ہدایت پالے اور اپنی اور اپنے معتقدین کی اصلاح کرنے کی کوشش کرے۔ اس سلسلے میں لواری والے جڑتو ج، ان کی بدعات اور نئے خیالات، غیر شرعی رسومات، غلط طریقے کی پیری مریدی وغیرہ جیسے باطل اعمال شامل ہیں۔ اس بارے میں حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی کے مکتوبات سے عبارتوں اور دلائل کو منتخب کر کے " اعتقاد امام ربانی" لکھا۔[7] اس طرح آل رسول کے فضائل کو صحیح انداز میں پیش کرنے اور صحابہ کرام کی شان میں "فضائل آل واصحاب" مرتب کیا۔ آپ کی ترتیب کردہ کتب اور تصانیف کو قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا۔

مولانا دیروی، مولانا اشرف علی تھانوی اور پیر عبدالغفار المعروف پیر مٹھا سائیں

مولانا دیروی کا مولانا اشرف علی تھانوی سے بھی گہرا تعلق تھا۔[8] ان سے ملاقاتیں ہوتی رہتی تھیں۔ جب پیر عبدالغفار المعروف پیر مٹھا سائیں نئے نئے سندھ میں داخل ہوئے تو اپنے دوستوں اور شاگردوں کو ان سے بیعت ہونے کی ترغیب دیتے تھے اور ان سے بیعت کرواتے تھے۔ دیروی صاحب پیر مٹھا سے دوستی کے ناطے میں جڑ چکے تھے۔ ان سے گھنٹوں باتیں کرتے، ان کے ساتھ خیالات کی لین دین کرتے، ان کی مجالس میں بھی جایا کرتے تھے، ان سے تصوف کے بارے میں بھی خیالات کا تبادلہ کیا کرتے تھے، ان سے تصوف کے بارے میں سوالات کرتے اور ان سے سیکھا بھی کرتے تھے۔

مولانا دیروی نے تصوف و سلوک کے سلسلے میں بیعت تو خواجہ محمد عمر جان چشموی صاحب سے تھے۔ تصوف کے بارے میں لوگوں کو وعظ کرتے اور اس کی تعلیم دیتے تھے۔ اپنے شاگردوں میں تصوف کی اصل روح پھونکنے کی کوشش میں لگے رہتے تھے۔ تصوف و سلوک کی کتابوں کو درس نظامی کے نصاب میں شامل کرنے کی بڑی خواہش رکھتے تھے۔ اہل اللہ اور مشائخ حضرات سے ان کو قلبی لگاؤ تھا۔ سارا دن تعلیم دیتے اور رات کو اپنے وظائف اور اذکار میں مصروف رہتے تھے۔ آپ نے ایسے ایسے شاگرد تیار کیے جو استاد العلماء کے لقب سے ملقب ہوئے تو شیخ القراء کا منصب بھی پا چکے، ادب کی دنیا کے ستارے بن کر

7۔ چاچڑ عبدالوہاب،، ماہوار شریعت "سوانح حیات نمبر) جلد ۶، شمارہ ا_۴، اکتوبر نومبر ۱۹۸۱، پرنٹنگ پریس، روہڑی ص ۳۳۲

8۔ لغاری کلیم اللہ، ست ستارا، قادری پرنٹنگ پریس ۲۰۰۹، کراچی، ص ۲۴

چمکے تو لغت کے ماہر بھی ہوئے۔ مطلب کے آپ کے شاگرد آپ کی پہچان بنے۔ مولانا دیروی نے اپنے سپنے تجوید القرآن کی خدمت اور اس علم کو عام کرنے کو قاری محمد ڈیرو اور اپنے بیٹے قاری احمد کے روپ میں پورا ہوتے ہوئے دیکھا۔ آپ کے شاگردوں نے آپ کی تمنا اور امیدوں پر پورا اتر کر استاد کا بھی حق ادا کر دیا۔ آپ مستجاب الدعوات ولی تھے۔ آپ کی کرامات کے کئی قصّے آج کے عمر رسیدہ بزرگوں کی زبان پر ہوتے ہیں۔ آپ تعلیم و تعلّم کی وجہ سے خلافت تو حاصل نہ کر سکے مگر پھر بھی پوری زندگی تصوف کی خدمت کی۔ لوگوں میں تصوف کی تعلیمات کی تبلیغ کی۔ اپنے شاگردوں کو تصوف سے نکھارا۔

مولانا دیروی کی دینی اور سماجی خدمات

مولانا دیروی نے اپنے زندگی کا مقصد رضا الٰہی حاصل کرنا تھا۔ آپ کو دین متین کی خدمت کرنے کا عشق کی حد تک شوق تھا۔ آپ نے اپنی پوری زندگی قال اللہ اور قال رسول ﷺ پڑھانے میں صرف کی۔ آپ کو ایک بحر العلوم معلم اور با عمل عالم کا درجہ حاصل تھا۔ آپ نے اپنی پوری زندگی درس وتدریس میں گذاری کیوں کہ یہ ایک ایسی خدمت ہے جس کے ذریعے انسان معاشرے کے بہترین افراد تیار کرتا ہے۔ ایسے لوگ جو خوف خدا دل میں رکھتے ہوں، جن کا ہر کام سنت رسول کی اتباع میں کرنے کا شوق ہو، جن کو ہر وقت آخرت مستحضر ہو، جو لوگ انسانی خدمت میں اپنے رب کی رضا تلاش کرنے والے اور انسانیت کی خدمت میں راحت محسوس کرتے ہوں، جو لوگوں کی خدمت میں اپنی آخرت کی کامیابی مد نظر رکھتے ہوں ایسے لوگ معاشرے کے بہترین افراد ہوتے ہیں۔ مولانا عبد الکریم دیروی ایسے ہی افراد کو تیار کر کے ایک اچھا معاشرہ بنانے کی جستجو میں رہے۔ آپ کے شاگردوں نے اپنی خدمات سے بڑے مقامات حاصل کئے۔ ان کو درسی تعلیم کے ساتھ تصوف کی روحانی تعلیم بھی اپنے استاد کی طرف سے ملی۔ یہ ایک بہترین تربیت تھی جو مولانا دیروی اپنے شاگردوں کی کیا کرتے تھے۔ آپ نے کبھی کسی عہدے کو طلب نہ کیا اور نہ ہی جاہ ومال کی حرص رکھا۔ غریبی میں زندگی بسر کرتے اور لوگوں کی ہر ممکن مدد کرتے تھے۔ لوگوں کی خدمت کے سلسلے میں اپنے شاگردوں کو بہترین مُدرس کے روپ میں تیار کر کے معاشرے میں خدمت کے لئے بھیجتے تھے۔ اپنے شاگردوں کو علم طب بھی سکھاتے تھے تاکہ وہ معاشرے میں طبّی خدمات بھی سرانجام دے سکیں۔

مولانا دیروی حقوق اللہ کے ساتھ حقوق العباد کا بھی بہت خیال رکھتے تھے کہ حقوق العباد کی بہتر طریقے سے ادائیگی کرنے سے معاشرے میں اچھائیاں پیدا ہو گیں۔ اور خود بھی لوگوں سے بہتر سے بہتر طریقے سے پیش آتے اور اپنے شاگردوں کو بھی اس کی تعلیم دینے کی ترغیب کرتے۔ اپنے مواعظ میں بھی اس بات پر زیادہ زور دیتے کہ سماجی معاملات کو اچھے انداز میں حل کرنے کی سعی کرتے تھے۔ سماجی رہن سہن، پڑوسیوں کے حقوق، رشتہ داروں کے ساتھ برتاؤ، بڑوں اور چھوٹوں سے اچھا رویہ اور اصلاح معاشرہ وغیرہ جیسے معاملات کے بارے میں اپنے شاگردوں کو تعلیم دیتے تھے۔ لوگوں سے اپنے رویے سے عملی تعلیم کو فروغ بھی دیتے رہے۔ مولانا دیروی تواضع اور انکساری کے گویا پیکر رہے۔ ہر چھوٹے، بڑے، عام وخاص کو بہت عزت دیتے

تھےاور دل کے خلوص سے خدمت کرتے تھے۔اپنے شاگردوں کی بھی مدرسہ سے باہر مہمان نوازی میں بھی بہت عمدہ رہے۔ گویاپڑھائی کے وقت استاداور خدمت کے وقت خادم ہواکرتے تھے۔اپنی پوری زندگی رب کی رضاکوملحوظ خاطر رکھا۔[9]

قرآن وعلوم القرآن

اس زمانے میں بڑے بڑے شہروں میں توقراء حضرات موجود تھے اور طلباء قرآن مجید کی تجوید سے آراستہ ہوتے رہتے تھے، مگر چھوٹے شہروں اور دیہاتوں میں توعوام اس علم کے نام سے بھی واقف نہ تھے۔ بڑے بڑے علماء کرام بھی مشکل سے اس علم سے آراستہ ہوتے تھے۔اندرون سندھ اور پسماندہ علاقوں کے علماء بھی تجوید سے خالی ہوتے تھے۔اس سلسلے میں کوئی خاص خدمت سندھ کے پسماندہ علاقوں میں نظر نہ آرہی تھی۔ مولاناڈیروی کا یہ دیرینہ سپنا تھا کہ علم تجوید کے میدان میں خدمت کر کے سرخرو ہواجائے۔اس لیے آپ نے سندھی اور عربی زبان میں چھوٹی چھوٹی کتابیں لکھیں۔ علم تجوید پر مشتمل کتابچے لکھ کران کو چھپوایااوران کو عام کرنے کی کوشش کی۔ان کتابوں کو آسان زبان میں اور آسان سمجھانے کے انداز میں لکھا۔ ساتھ میں اپنے بھتیجے مولانا قاری محمد ڈیرو جیسے ہیرے کو تراش کرانمول بنایا۔ان کو بڑے بڑے قراء حضرات سے تعلیم دلوائی۔ جیسے ہی قاری محمد سعودی عرب سے قرائت اور تجوید کاعلم حاصل کر کے واپس آئے توان کو مدرسہ میں مستقل خدمت پرمامور کیا۔ میہڑ کے علاوہ بارہ سال شکارپور کے مدرسہ اشرف العلوم میں بھی خدمت کرچکے تھے۔اس تدریسی خدمت کے نتیجے میں سینکڑوں علماء کرام، حفاظ اور ئوام کو علم تجوید سکھا کر علم تجوید کو عام کیا۔ ڈیروی صاحب کواس علم کو ہر گاؤں اور دیہات تک بھی عام کرنے کی فکر تھی،اس لیے آپ نے دورہ تجوید جیسے پروگرام منعقد کروائے۔اس پروگرام کے تحت تھوڑے سے ہی وقت میں کثرت سے علماء، طلباء، حفاظ اور عوام مستفید ہونے لگے۔ان دوروں کاچرچادور دور تک ہونے لگا، جس کی وجہ سے دوسرے علاقوں اور شہروں سے علم تجوید کے پروانے شمع کے گرد جمع ہونے لگے۔ان دونوں کی بدولت بڑے بڑے مایاناز علماء حضرات بھی قاری محمد صاحب کی شاگردی میں رہ کران کے فیض سے مستفید ہوئے۔ان کے طلباء نے ان سے تعلیم حاصل کر کے تدریسی میدان میں خدمات سرانجام دیں۔ قاری محمد صاحب کافیض ہند، سندھ، خراسان، ایران، افغانستان اور سعودی عرب میں بھی پھیلا۔یہی وجہ ہے کہ سندھ کے مایہ ناز علماء کرام اور شیوخ بھی قاری محمد صاحب کے پاس پڑھتے رہے اور استفادہ کرتے رہے۔ان میں چند بڑے علماء کرام اور شیوخ میں سے مولانا حکیم فضل اللہ سومرو شکارپوری، مولانا حافظ محمود اسعد ہالیجوی، مولانا محمد حسن کولاب جیئل والے، قاری محب اللہ ٹھیڑھی والے اور مولانا عبدالکریم قریشی بیرائی جیسے علماء سرفہرست ہیں۔ قاری صاحب کے مایہ ناز شاگردوں میں سے مولانا قاری عبدالقادر لغاری، مولانا قاری سعید احمد بن قاری محمد ڈیرواور مولانا حافظ نثار احمد منگی صاحب وہ شاگرد ہیں جنہوں نے قاری محمد صاحب سے پڑھ کر پھر دوروں کے اس سلسلے کو جاری رکھا، جس کی وجہ سے یہ فیض اور زیادہ وسیع میدان میں پھیلتارہا۔ قاری محمد صاحب کے کچھ شاگرد دوسرے ممالک میں

[9] ۔ڈیرو، حبیب اللہ، میہڑ جوں منیادار شخصیتوں، ایڈیشن اول، ساحل پرنٹر اینڈ پبلشر ۲۰۲۱، حیدرآباد ص ۳۰

مدرس مقرر ہو کر تجوید کے میدان میں خدمت کرتے رہے، جس وجہ سے یہ فیض بیرون ممالک میں بھی پھیلتا رہا۔ مولانا دیروی صاحب کے اس تراشے ہوئے ہیرے کی محنت اور سچی لگن کا یہ نتیجہ نکلا کہ آج پوری سندھ اور بلوچستان کے ہر گاؤں ہر دیہات میں بھی علم تجوید کو جاننے والا ضرور ملتا ہے۔ یہ ثمر ہے مولانا دیروی کی محنت کا۔ قاری محمد صاحب نے اپنے ان دوروں کو مختلف شہروں میں جا کر منعقد کر کے پڑھایا۔ان دوروں میں اپنی معاونت کے لیے اپنے بڑے طلبہ کو بھی ساتھ لے جاتے تھے، جس کی وجہ سے زیادہ تعداد میں شاگرد کم عرصے میں تجوید سیکھ جایا کرتے تھے۔ قاری صاحب کی محنت کا نتیجہ ہے کہ پھر سندھ اور بلوچستان میں علم تجوید اور قراءت کے خاص مدارس قائم ہوئے۔ آپ ہی کی زندگی میں بہت سے مدارس میں علم تجوید کو لازم قرار دیا گیا۔[10]

قرآن مجید سے عشق

میہڑ کے مشہور عالم مولانا عبدالکریم مگسی صاحب آپ کو غزالی دوراں کے لقب سے یاد کرتے تھے۔[11] مولانا دیروی کو قرآن مجید کی خدمت کرنے کا شروع سے ہی شوق تھا۔قرآن مجید کو عربی لہجہ اور تجوید کے ساتھ پڑھانے کے میدان میں خدمت کر کے سرخرو ہونا آپ کا پرانا خواب تھا۔اس سپنے کی تعبیر کو حاصل کرنے کے سلسلے میں خود تجوید پڑھاتے رہے اور تجوید اور اس کے قواعد پر مبنی کتابیں لکھ کر شائع کروانے لگے۔اسی سلسلے میں اپنے بھتیجے محمد کے اندر وہ ملکہ اور استعداد دیکھ کر ان کو تراشتے رہے۔اس بھتیجے نے جب درس نظامی کی کتب پڑھ کر پوری کر لیں تو اس کو مدرسہ قاسم العلوم گھوٹکی میں مولانا قاری سید شیر محمد شاہ صاحب کے پاس تجوید پڑھنے کے لئے بھیجا۔ وہاں ایک سال رہ کر جب مولانا قاری محمد ڈیرو صاحب واپس آئے تو ان کو کراچی مدرسہ مظہر العلوم کھڈو میں پڑھنے کے لئے بھیج دیا۔ مولانا قاری محمد صاحب ایک سال وہاں پڑھے پھر مولانا دیروی صاحب نے اپنے شاگرد اور قاری محمد صاحب کے ہم درس میہڑ کی مشہور علمی،ادبی اور سیاسی شخصیت سید علی اکبر شاہ(پیر آف میہڑ) کی مدد سے مولانا قاری محمد ڈیرو صاحب کو سعودی عرب علم تجوید وقراءت کی تعلیم میں مہارت حاصل کرنے کے لیے بھیجا۔ مولانا قاری محمد صاحب مدینہ منورہ کے شیخ استاد القراء شیخ العرب والعجم قاری شیخ حسن بن ابراہیم الشاعر المصری سے تین سال اور چھے ماہ رہ کر تعلیم حاصل کرتے رہے اور تجوید وقراءت میں کامل عبور حاصل کیا۔ یہ سارا خرچہ مولانا دیروی اور ان کے شاگرد رشید سید علی اکبر شاہ صاحب برداشت کرتے رہے۔ مدینہ منورہ میں مولانا قاری محمد صاحب مولانا دیروی کے شاگردوں کے پاس رہتے تھے۔ 1939ء میں قاری محمد صاحب تعلیم حاصل کر کے واپس پاکستان آئے تو دل کی تشفی کی خاطر مولانا دیروی صاحب ان کو ساتھ لے کر ہندوستان کے سفر کو نکلے۔ بڑے بڑے مدارس میں گئے۔ پانی پت، تھانہ بھون، سہارنپور اور دیوبند تک گئے۔ وہاں کے بڑے بڑے ماہر قراء حضرات سے قاری محمد کا امتحان لینے کے لئے عرض کیا۔ جب

10۔ سولنگی، محمد عرس اظہر، دادو ضلعو ہک ابھیاس، سندھی ادبی بورڈ ۲۰۱۳، جامشورو ص ۱۱۲

11۔ مگسی کریم بخش، میہڑ جوں دینی درسگاہوں، عربیہ پبلیکیشنس ۲۰۱۵، کراچی ص ۹۳

قاری صاحب کا امتحان لیا گیا تو ان کو علم تجوید اور قراءت میں ماہر پایا۔ اس سفر کے دوران۔ مولانا اعزاز علی، قاری عبدالخالق سہارنپوری، قاری عبدالرحمٰن مکی، قاری عبدالمالک مکی، مولانا حسین احمد مدنی، مولانا اشرف علی تھانوی اور قاری فتح محمد پانی پتی سے ملاقاتیں ہوئیں۔ ان سب سے استفادہ کیا۔ آخر میں شکر بجالاتے ہوئے واپس ہوئے، اس پورے سفر میں سید علی اکبر شاہ بھی آپ کے ہمراہ تھے۔ جب مولانا دیروی ڈیرا گاؤں میں تدریس کی خدمت پر مامور تھے، اس وقت آپ کے شاگرد سید علی اکبر شاہ صاحب نے میہڑ شہر کی جامع مسجد میں مدرسہ دارالقرآن کے نام سے شروع کیا۔ اس مدرسے میں خدمت کے لیے اپنے استاد محترم مولانا عبدالکریم دیروی کو لے آئے۔ مدرسے کی ساری ذمہ واری اپنے استاد محترم کو سونپ دی۔ مولانا دیروی بھی اس مدرسہ میں تدریس کی خدمات بجالانے لگے۔

قاری محمد صاحب جب سعودی عرب سے تعلیم حاصل کر کے واپس آئے تو ان کو آپ نے ہندوستان کے مدارس کا سفر کروایا۔ سفر سے واپسی پر اپنے ساتھ مدرسہ دارالقرآن جامع مسجد میہڑ میں حفظ القرآن و تجوید کے مدرس کے طور پر مقرر کیا۔ اسی سال سالانہ چھٹیوں کے دوران قاری محمد صاحب کا دورہ تجوید اسی جامع مسجد میں منعقد کروایا۔ اس دورہ میں کافی عوام اور طلباء نے شرکت کی۔ اس دورہ کا سارہ خرچہ مولانا دیروی نے اپنی جیب سے ادا کیا۔ قاری صاحب کی اہلیہ کو کوئی بیماری لاحق ہوئی، اس کے علاج کے سلسلے میں قاری صاحب شکارپور میں مولانا حکیم فضل اللہ سومرو صاحب کے پاس حاضر ہوئے۔ حکیم صاحب کا شکارپور میں اشرف العلوم کے نام سے اپنا ایک مدرسہ موجود تھا۔ حکیم صاحب کو جب یہ پتہ چلا کے قاری صاحب سعودی عرب سے تعلیم حاصل کر کے آئے ہیں تو ان کو فرمایا کہ آپ کی اہلیہ کا علاج مہینہ ڈیڑھ تک چلے گا، اسی دوران اگر آپ میرے مدرسے میں تجوید کا دورہ پڑھائیں گے تو اتنے میں آپ کی اہلیہ کا علاج بھی ہو جائے گا اور یہاں کے لوگ آپ کے علم سے مستفید بھی ہو جائیں گے۔ یہ بات قاری صاحب کو پسند آئی۔ آپ نے ہاں کی۔ حکیم صاحب نے اس دورہ کی بڑے پیمانے پر تشہیر کی۔ جب یہ دورہ شروع ہوا تو حکیم صاحب بھی باقاعدہ دوزانو بیٹھ کر تجوید پڑھنے لگے۔ حکیم صاحب نے یہ پورا دورہ دوزانو بیٹھ کر پڑھا۔ اس دورہ میں بڑی دور دراز سے طلباء، علماء اور عوام نے بڑی تعداد میں شرکت کی۔ اس دورہ نے قاری محمد صاحب کو کافی مشہور کر دیا۔ حکیم صاحب تو جیسے قاری صاحب کی قرائت اور تجوید پر فدا ہو گئے۔ دورہ کے اختتام پر آپ نے قاری صاحب کو فرمایا کہ آپ میرے مدرسے میں تجوید کے مدرس کے طور پر خدمت کریں۔ یہ سن کر قاری صاحب نے انکار کیا اور یہ عذر پیش کیا کہ میں اپنے استاد مولانا دیروی کی اجازت کے بغیر نہیں پڑھا سکتا۔ یہ جواب ملنے کے بعد حکیم صاحب مولانا دیروی کے پاس آئے اور قاری صاحب کے لیے اجازت طلب کی۔ پہلے تو دیروی صاحب نے بھی انکار کیا مگر حکیم صاحب کے اصرار پر یہ سوچ کر اجازت دی کہ یہاں پر خدمت میں خود کر لونگا اور قاری صاحب کے لیے شکارپور کا میدان موافق سمجھا۔ شکارپور میں خراسان اور ایران تک کے طلبہ پڑھنے آتے ہیں۔ اس طرح قاری صاحب کی خدمت اور بھی زیادہ پھیل سکے گی۔ اس طرح قاری محمد صاحب مدرسہ اشرف العلوم میں تدریس کی خدمت پر مامور ہوئے۔ وہاں پر 1952ء تک پڑھاتے رہے۔ ہر سال سالانہ چھٹیوں میں تجوید کا دورہ پڑھاتے رہے۔ مدرسے میں، مسجد میں، اسکول میں اور گھروں میں جا کر

بھی قاری صاحب قرآن مجید کی تجوید پڑھانے لگے۔ قاری محمد صاحب نے علم تجوید میں محنت کر کے سندھ کے دیہاتوں اور شہروں کو قرآن مجید کی تجوید سے آراستہ کر دیا۔ ان کا فیض عام ہوا، انہوں نے تجوید کو عام کر دیا، یہ بالواسطہ مولانا دیروی صاحب کی ہی محنت کا ثمر ہے۔ اہل سندھ، پنجاب، بلوچستان، ایران، افغانستان اور سعودی عرب والوں پر دیروی صاحب کا احسان ہے۔ یہ سب دیروی صاحب کی ہی مرہون منت ہے۔ دیروی صاحب مدرسہ دارالقرآن جامعہ مسجد میہڑ میں خدمت کرتے رہے۔ 1952ء میں قاری محمد صاحب کی اہلیہ محترمہ کی وفات ہوگئی تو دیروی صاحب نے اپنی بیٹی کا نکاح قاری محمد صاحب سے اس شرط پر کیا کہ اب میہڑ میں تدریسی خدمت کریں گے، کیونکہ مولانا دیروی اس وقت بالکل ضعیف ہو چکے تھے۔ پھر قاری صاحب کو اپنے ساتھ مدرس مقرر کیا۔ مولانا دیروی کی بدولت مدرسہ دارالقرآن جامع مسجد میہڑ میں طلبہ کی ایک بڑی تعداد داخلہ لینے لگی۔ طلباء کی بڑھتی تعداد کو مدنظر اندر رکھ کر مولانا دیروی صاحب نے اپنے سابق شاگردوں اور دوسرے علماء کرام کو اپنا معاون مقرر کیا، جن میں قاری محمد، قاری احمد بن مولانا عبدالکریم دیروی، مولانا در محمد پنہور، مولانا قاری عبدالمجید کوسو، مولانا تاج محمد سدھایو شامل تھے۔ یہ سارے مدرس حضرات مولانا دیروی کے ماتحت ان کی معاونت میں خدمت سرانجام دیتے رہے۔ مولانا دیروی صاحب نے سن 1954ء میں اپنے رب کی ندا پر لبیک کہا۔

تصوف اور دیروی صاحب

مولانا دیروی صاحب اپنے شاگردوں کو دینی تعلیم کے زیور سے آراستہ تو کرتے ہی تھے، اس کے ساتھ ساتھ ان کی روحانی اور اخلاقی تربیت بھی کرتے تھے۔ درسی کتب پڑھاتے تھے تو اس کے ساتھ اپنے طلباء کے دلوں میں تصوف کی روح کو بھی پھونک دیا کرتے تھے۔ اس سلسلے میں اخلاقیات اور تصوف کی کتابیں پڑھانے کا پورا اہتمام بھی کیا کرتے تھے۔ تصوف کے رموز و اسرار سمجھنے اور تصوف سے بہرآور ہونے کے لیے طلباء کو امام غزالی کی کتب بدایۃ الہدایہ، کیمیائے سعادت، احیاء العلوم اور الاربعین فی اصول الدین پڑھاتے تھے۔ آپ کے شاگرد اسلامی علوم سے پوری طرح واقف ہوتے تھے اور تصوف کو بھی بڑے شوق سے پڑھتے اور اس کی تعلیم لیتے تھے۔ مولانا دیروی صاحب سلوک کے اسباق کے سلسلے میں اپنے طلباء کی صحیح اور کامل صوفی یا شیخ کی طرف رہنمائی بھی کرتے تھے۔ اس کے ساتھ اپنے چاہنے والوں کو بھی تصوف کی تعلیم دیتے اور کامل بزرگ سے بیعت لینے کی طرف متوجہ بھی کرتے تھے۔

علم طب

مولانا دیروی علم طب کے بھی بڑے ماہر تھے۔ آپ کے تجویز کردہ نسخے اور ادویات کا تجربہ کامیاب رہا۔ اپنے علم طب پر مبنی کتابچے عربی اور فارسی زبان میں بھی تصنیف کیے۔[12] مولانا صاحب اچھے شاعر بھی تھے۔ آپ نے حضور اکرم کے معجزات پر مبنی ایک کتابچہ تصنیف کیا، جس کا نام موجزن جو کتاب ہے، موجود ہے۔ جس میں آپ نے حضور اکرم کے پانچ معجزات کو اپنی

[12] ڈیرو حبیب اللہ، میہڑ جے دیروی (ڈیرا) خاندان جوں علمی ادبی خدمتوں، ساحل پرنٹرز اینڈ پبلشر ۲۰۱۵، حیدرآباد ص ۴۳

شاعری میں پیش کیا ہے۔ مولانا دیروی کا حلیہ جو آپ کے شاگردوں نے یا اولاد نے بتایا ہے وہ مولانا حبیب اللہ حبیب حضوری کی کتاب (ميهڙ جي ديروي (ڏيرا) خاندان جون علمي ۽ ادبي خدمتون) میں کچھ اس طرح ہے۔ قد پورا، نہ لمبا نہ چھوٹا، نفیس البدن، وزن میں کافی کم، گندمی رنگ، نہ سفید نہ کالا، بڑی بڑی چمکدار آنکھیں، گھنی داڑھی جو پورے چہرے کو پر کرنے والی تھی، پتلا جسم، لباس میں شلوار قمیص اور موسم کے حساب سے ویسکوٹ، سفید رنگ کے سادہ کپڑے بافتہ کے یا ہر کھ کے، پاؤں میں سندھی یا ملتانی چپل۔

مولانا دیروی عالم باعمل اور مستجاب الدعوات ولی اللہ تھے۔ آپ نے ہر کام میں شریعت کو مد نظر رکھا۔ آپ بہترین مقرر بھی تھے۔ آسان سندھی زبان میں سمجھاتے تھے۔ جمعہ کے دن جماعت کی کثرت کی وجہ سے کتاب ہاتھ میں پکڑ کر مسجد کے برآمدے میں دروازے کو ٹیک لگا کر بیان فرمایا کرتے تھے، تاکہ مسجد میں موجود اندر اور باہر کے لوگ باآسانی سمجھ اور سن سکیں۔

معاشرتی زندگی

مولانا دیروی کی زندگی دینی علوم کی اشاعت کے لئے وقف تھی اور آپ محض زبانی تعلیم دینے کے قائل نہ تھے بلکہ اپنے علم پر سراپا عامل بھی تھے۔ آپ کا عمل آپ کے شاگردوں کی حوصلہ افزائی اور ترغیب ہوا کرتا تھا۔ آپ اپنے علم پر عمل کر کے قرآن و سنت پر عامل رہے اور اپنے شاگردوں کے لئے بھی ایک مثالی نمونہ رہے۔ آپ کی پوری زندگی اپنے علم پر عامل رہنے کی کوشش میں گذری۔ آپ اپنے علائقے میں مسلم ولی اللہ تھے۔ آپ کا عمل شاگردوں اور عوام کے لئے اسوہ حسنہ کا زندہ جاوید مثال رہا۔ آپ معاشرے میں ایک عمدہ ترین زندگی بسر کرنے کا عملی نمونہ پیش کر چکے تھے۔ آپ نے بلا تمیز ہر ایک چھوٹے بڑے، عالم غیر عالم، افسر عوام، اپنے علائقے کے افراد یا مسافر، شاگرد اور غیر شاگرد کے ساتھ حسن سلوک اور خدمت کا اعلی نمونہ پیش کیا۔ جن لوگوں نے مولانا کو دیکھا تھا یا ان سے پڑھا تھا یا کبھی ان سے ملاقات ہوئی تھی وہ آج بھی سر دآنہیں بھرتے ہیں کہ بیشک وہ علم و عمل کا پیکر اور عظیم انسان تھے۔ ان کے علم و عمل میں کوئی خاص فرق نہ تھا۔ ان کی زندگی دین اسلام کے ماتحت ہی گذری۔ حسن معاشرت کی عمدہ ترین مثال پیش کرتے رہے۔

خلاصہ

مولانا دیروی شریعت کے جیالے تھے۔ زندگی کے ہر کام اور معاملے کو شریعت مطہرہ کے میزان پر تولتے پھر اس کے مطابق فیصلہ کر کے عمل کرتے تھے۔ آپ شادی و غمی، خورد و نوش، پردہ اور خرید و فروخت جیسے معاملات کو بالکل شریعت کے عین کے مطابق کرنے کی کوشش کرتے تھے۔ اس معاملے میں علاقے کے علماء کرام سے بالکل ممتاز نظر آتے تھے۔ اپنے علاقے، احباب، شاگردوں اور ہر تعلق رکھنے والوں کو شریعت پر عمل پیرا رہنے کی بہت زیادہ تلقین کرتے رہتے تھے۔ آپ ہر وقت موت کے منتظر نظر آتے تھے۔ دنیا سے کوچ کرنے کے لئے ہر وقت تیار رہتے تھے۔ آپ کو اصلاح نفس کی خاطر عمدہ اور لذیذ کھانوں کو بے مزا کر کے کھانے کی عادت تھی۔ جتنا بھی عمدہ اور لذیذ کھانا ہوا اس میں پانی ملا دیتے تھے، تاکہ اس کی لذت اور

ذائقہ ختم ہو جائے، پھر اس کو بطور خوراک استعمال کرتے تھے۔ کبھی سوکھی ہوئی روٹی کو پانی میں بھگو کر نرم کر کے کھاتے تھے۔اکثر جوئر کی روٹی تناول فرماتے تھے۔مولانادیروی نے تصانیف کا سلسلہ جاری رکھا۔ان کو چھپوایا۔آپ کے وصال کے بعد آپ کے ہونہار شاگرد اور داماد مولانا قاری محمد نے اس ساری تصانیف کو بار بار چھپوا کر مفت میں بھی تقسیم کروایا تاکہ آپ کے فیض سے زیادہ سے زیادہ لوگ مستفید ہو سکیں۔

نتائج

☆مولاناعبدالکریم ڈیرونے اپنے علاقے میں استاد العلماء کالقب پایااور قرآن مجید کی تجوید کو شہروں،گاؤں اور دیہاتوں میں عام کیا۔

☆مولانادیروی نے اپنی پوری زندگی اسلامی تعلیمات دی اور صحیح تصوف کو پھیلانے اور اپنے شاگردوں کو اس کا داعی بنانے کی سعی کی۔

☆مولانادیروی نے تدریس، تقریر، تصوف اور تصنیف کے ذریعے اسلامی تعلیمات کو پہچانے کی اپنی پوری پوری کوشش کی۔

☆ مولانادیروی نے کچھ اپنے وقت کے مایاناز علماء، قراء، ادیب، فلیسوف، اسکالر، محقق، مدرس اور لغت کے ماہر شاگرد تیار کرنے معاشرے کو اسلامی رنگ میں رنگنے اور اسلامی تعلیمات کو پھیلانی کی بھرپور کوشش کی اور اللہ تعالی نے ان کو کامیابی سے ہمکنار بھی فرمایا۔

☆مولانادیروی نے آنے والی نسلوں کو اسلام کے پاکیزہ ماحول مین ایک مثالی زندگی گذارنے کا عملی نمونہ پیش کیا۔

☆مولانادیروی ایک مستجاب الدعوات ولی اللہ تھے۔انہون نے میہڑ کے ماحول کو اسلامی تعلیمات سے رنگنے کی کوشش کی اور آنے والی نسل کے لئے اپنے شاگردوں کے روپ میں بہترین استاد مہیا کر کے دیے۔

سفارشات

☆مولانادیروی ایک قابل رشک زندگی بسر کر چکے ہیں۔ان کی زندگی مثالی زندگی کا ایک نمونہ ہے۔

☆ان کی سوانح، تعلیمات، تصنیفات اور خدمات پر یونیورسٹی کی طرف سے تحقیقی مقالہ لکھوا کر اس کو چھپوا کر عام کیا جائے۔ تاکہ ایسے ولی اللہ کی زندگی کا نمونہ اور خدمات آج کی نسل کے سامنے آجائے اور آنے والی نسلوں تک اس مثالی زندگی کا نمونہ پہنچ سکے۔

☆مولانادیروی نے 30 سے زیادہ تالیفات کی ہیں۔ان کو اپنی زندگی میں خود چھپوا کر عام کرتے رہے اور علماء، طلباء اور عوام ان سے مستفید ہوتی رہی۔ آپ کی وفات کے بعد اس کو مولانا قاری محمد صاحب باقائدہ ان کو چھپواتے اور پہچاتے رہے۔ پھر 1967ء میں قاری صاحب سعودی عرب ہجرت کر گئے ے وان کتابوں کی اشاعت کا سلسلہ رک گیا۔آج وہ کتابیں نادر ہوتی جارہی ہیں۔لہذاان کو آج پھر سے چھپوا کر منظر عام پر لانے کی سخت ضرورت ہے۔ان کو چھپوا کر عام کیا جائے۔

☆مولانا دیروی نے اس وقت کے مروجہ درس نظامی کے نصاب کو نامکمل سمجھا اور ایک نیا نصاب ترتیب دیا۔

☆اس میں تصوف کی کتابیں بھی شامل کی تھیں۔اس نصاب کو علماء کرام کی خدمت میں پیش کرنے کی خواہش بھی رکھتے تھے مگر وفات ہو جانے کے سبب وہ نا ہو سکا۔ علماء کرام کو اس نصاب کو ضرور دیکھنا چاہیئے پھر اگر مناسب لگے تو مولانا صاحب کی اس تمنا کو بھی پورا کرنے کی کوشش کی جائے۔

This work is licensed under a Creative Commons Attribution-NonCommercial-ShareAlike 4.0 International (CC BY-NC-SA 4.0)